عدل اجتماعی کا تصور اور اہمیت تعلیمات نبوی کی روشنی میں

*ڈاکٹر سید عبد الغفار بخاری

**ڈاکٹر منیر احمد

Abstract

Rules and regulations are derived to run the world's social system and to make them civilized. Making of constitution (Rules and regulations) and its mere implementation is not the only requirement. Instead, following the established rules and regulations has always proved to be a hall mark of success and civilized society. Fair system of governess and it flawlessness always provide a balanced life of human being and helps in restoration of peace. Justice in individual and communal spheres of life has rule of a basic pillar to play. Any society without justice is vulnerable to shatter into pieces and it may lose its identity as state and society. Islam presented the idea of justice and governess long ago with practical demonstration when these ideas were not known to the rest of society and schools of thoughts. The strength of society and its stability is dependent on the social values which emerge from the justice and its implementation social justice is a broad term and encompasses all of its dimensions.

Social justice has always been considered and declared as have milestone of Islam. In this article, the Islamic idea of social justice has been elaborated with logical explanation. Objectives of justice and its characteristics with types are highlighted. Moreover, social justice which was adopted and prevailed by the Prophet Muhammad (PBUH) is also discussed with aim that raised and corrupt society can be brought back into sphere of civilization and prosperity by implementation of social justice in true letter and spirit.

دنیا بھر میں امن عالم اور عدل اجتماعی کے لئے ایک شور بپا ہے۔ بزعم خود ہر دانش قوم اور ہر تھنک ٹینک ادارہ سمجھتا ہے کہ ان کا منشور حیات، تہذیب و تمدن اور کلچر، انسانی زندگی کے ہر شعبہ دنیا کو معاشی، معاشرتی، اخلاقی، علمی، سیاسی، عمرانی اور عسکری ہر لحاظ واعتبار سے عدل دینے کا ضامن ہے۔ بدقسمتی سے دنیا کے تمام غیر اسلامی معاشرے" مطالبہ حقوق (Demand of Rights) "کے

*ایسوسی ایٹ پروفیسر صدر شعبہ علوم اسلامیہ نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگویجز اسلام آباد

**اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

تصور پر قائم ہیں۔ اشتمالی اور اشتراکی فلسفہ حیات اجتماعی حقوق اور جبکہ سرمایہ دارانہ نظام کا فلسفہ انفرادی حقوق کا مطالبہ کر رہا ہے۔

ہر قوم اپنے انفرادی و اجتماعی مفادات کے تحفظ کو یقینی بنا کر دوسروں سے تعلقات قائم کرتی ہے۔ اسلامی عدل اجتماعی ایک کامل فکر اور فلسفہ ہے، جس کا صحیح فہم، اسلامی قوانین، قواعد اور ضوابط میں پنہاں حقیقت کو سمجھنے میں ممد و معاون ہوتا ہے۔ روئے زمین پر بسنے والے انسان بھی اگر اس عدل اجتماعی کا راز پا لیں تو ان کی زندگی بھی امن، سلامتی اور خوشیوں کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ عوام الناس کو اسلامی عدل اجتماعی کی برکات و فیوضات سے حقیقی معنوں میں بہرہ ور کرانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کے درخشندہ پہلوئوں میں سے ایک روشن باب" عدل اجتماعی "کا مطالعہ کریں۔

آیئے ذرا اس ہستی کے شب و روز کا مطالعہ کریں جسے حق تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ تاریخ کی ورق گردانی سے یہ حقیقت ہم پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کے سامنے کوئی مقدمہ یا مسئلہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے بلا امتیازِ رنگ و نسل و مذہب ہر کسی کے ساتھ انصاف کیا۔ خواہ آپ ﷺ سے انصاف کا طالب کوئی اپنا تھا یا غیر۔

درج ذیل مضمون میں ہم اسلام کا نظام عدل بالخصوص عدل اجتماعی کو تعلیمات نبوی کی روشنی میں زیر بحث لائیں گے۔

عدل کا مفہوم :

عدل کا لغوی معنی: لفظ عدل تین حروف پر مشتمل ہے(ع۔ د۔ل)۔اورلغت میں العدل(بفتح العین) انصاف ، کسی کا حق واپس دلانا اور جس پر حق واجب ہے اس سے لے لینا عدل کہلاتا ہے۔ کہا جاتا ہے رجل عدل، امراۃ عدلۃ۔ نیز یہ لفظ مثل ، نظیر اور جزاء وغیرہ کے معانی کے لئے بھی آتا ہے۔

جبکہ لفظ العِدل(بکسر العین)اس وقت بولتے ہیں جب کسی شے کو دو حصوں میں اس طرح تقسیم کر دیں کہ ہر حصہ برابر ہوجائے۔ اسی طرح العدل اس بوجھ کو بھی کہتے ہیں جو اونٹ کے دونوں پہلوؤں پر لدا ہو۔[1]

ابو البقا فرماتے ہیں:

"العدالۃھوالاستقامۃ وفی الشریعۃ عبارۃ عن الإستقامۃ علی الطریق الحق بالاختیار عماھو محظور دیناً[2]"

ترجمہ :عدالت لغت میں استقامت اختیار کرنے کو کہتے ہیں اور شریعت مطہرہ میں حق کا انتخاب کرتے ہوئے اس پر ڈٹے رہنا اور دین کے لحاظ سے جو ممنوع ہے اس سے کنارہ کشی اختیار کرنا عدالت کہلاتا ہے۔

علامہ راغب اصفہانی عدل کا معنی بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"فانَّ العدل ھوالمساواۃ فی المکافاۃإن خیرًا فخیراً ، وإن شرًّا فشرٌ[3]"

بے شک عدل بدلہ دینے میں برابری کا نام ہے اگر اچھا ہو گا تو اچھا بدلہ اور اگر برا ہوگا تو برا بدلہ ملے گا۔

میر سید شریف الجرجانی فرماتے ہیں:

"العدل عبارۃ عن الأمر المتو سط بین طرفی الإ فراط والتفریط[4]"

عدل زیادتی اور کمی کے درمیانی چیز ہے۔

قرآن کریم نے عدل کو ظلم ، بغی(سرکشی)، جور(زیادتی)، فسق(نافرمانی)، فجور(گناہ)کے مقابلے میں استعمال کیا ہے۔ اس لئے فقہاء نے لفظ عدل کو دو معنوں میں استعمال کیا ہے۔

۱۔ حکم ، تعلقات وغیر ہ میں عدل :اس لئے کہا جا تا ہے عدل بین الناس او بین النساء یعنی لوگوں کے درمیان یا بیویوں کے درمیان عدل کرنا۔ اور کہا جاتا ہے" عدل فی امرھم "لوگوں کے معاملے میں عدل کرنا۔ اس معنی کے لحاظ سے لفظ عدل ایک ایسا وصف ہے جس کا تعلق انسان کی شخصیت سے ہوتاہے لیکن اس کے آثار اور نتائج دوسروں تک پہنچتے ہیں۔

۲۔ دوسری قسم ذاتی عدالت کی ہے۔ جس کے ساتھ کوئی متصف ہو۔ مثلا وہ فاسق وفاجر نہیں۔ اس معنی کو فقہاء باب الشہادات وغیرہ میں بیان کرتے ہیں۔ [5]

عدل کے دیگر مفاہیم ومعانی:

۱۔ میانہ روی اور افراط وتفریط سے پرہیز کے معنی دیتا ہے۔ جسے ہم اعتدال کہتے ہیں۔ اعتدال کا مأخذ دراصل عدل ہی ہے۔

۲۔ تعادل وتساوی یعنی عدم امتیاز کے معنی میں استعمال ہوتا ہے کہ سب کا استحقاق مساوی ہو۔

۳۔ گناہ کبیرہ سے دوری اور فسق کی تشہیر نہ کرنا۔

۴۔ دوسروں کے حقوق میں رعایت کرنا تاکہ ان کی حقوق کی پامالی یا ظلم نہ ہو۔

۵۔ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھنا اور ہر حقدار کو اس کا حق دینا۔ وضع الشیء فی موضعه واعطاء کل ذی حق حقه۔

۶۔ تعادل اور تناسب برقرار رکھنا یا مساوات اور برابری قائم کرنا یاان امور کے مابین درمیانی راہ کی رعایت کرنا وغیرہ۔

۷۔ سماجی، معاشی، ثقافتی، علمی، تربیتی، فلاحی امکانات ووسائل کی عادلانہ تقسیم کرنا، کہ تمام لوگوں کو استفادہ کا موقع ملے۔(6)

مؤخر الذکر مفہوم عدل ہماری اس بحث کا موضوع ہے۔

لفظ عدل کے مترادف اور متضاد کلمات قرآن کریم میں بہت سارے استعمال کیے گئے ہیں جن کا عدل کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ مثلا لفظ القسط جو کہ عدل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ(7)

ترجمہ: ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیاں کے ساتھ بھیجا ہے اور کتاب اور ترازو دے دیا تاکہ لوگ انصاف کے ساتھ رہیں۔

عدل قائم کرنے کے لئے ظلم سے روکا گیا ہے۔ جو کہ عدل کی ضد ہے۔ قرآن کریم میں ۲۸۹ مقامات پر ظلم اور اس کے اشتقاق کا ذکر ہے۔ اسی طرح لفظ بغی(سرکشی) ہے جو کہ عدل کی ضد ہے۔ قرآن پاک میں اس لفظ کا اشتقاق دس مرتبہ بیان ہوا اسی طرح ہے۔ لفظ جائر ہے جو استعمال ہوا ہے۔ جو کہ ظلم کے ہم معنی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ۭ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ(8)

ترجمہ :اور اللہ کی طرف سیدھا راستہ ہے اور اُن میں سے بعض ٹیڑھے بھی ہیں۔

عدل اجتماعی کا مفہوم:

اصل عدل اجتماعی کو بیان کرنے کے لئے علماء نے مختلف تعریفات بیان کی ہیں اور یہ تعریفات علماء نے اپنے اپنے دائرہ کار اور فن کے لحاظ سے کی ہیں۔

چنانچہ علماء اخلاق کے ہاں عدل اجتماعی ایک اخلاقی قدر ہے جو دوسروں کے حقوق کا احترام کرنے کا ضامن ہے۔ اور علمائے قانون، قانون کی حکمرانی کے لحاظ سے اس کی تعریف کرتے ہیں جبکہ علمائے فقہ اس کی تعریف اس حیثیت سے کرتے ہیں کہ تمام اعمال کی درستگی کے لئے اس وصف کا پایا جانا ضروری ہے۔ جس طرح امامت او ر شہادات و غیرہ میں اسی طرح قاضی اور فقیہ کے لئے صفت عدالت کا پایا جانا لازمی ہے اور علم اجتماع ماہرین کا کہنا ہے کہ سوسائٹی کا استقرار اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ عدالت کی حکمرانی نہ ہو۔ جبکہ علماء فلسفہ کے بقول فلسفہ کا وجود عدالت کا مرہون منت ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ ان تمام جوانب کا احاطہ کرتا ہے۔ عدل اجتماعی کا مفہوم کسی ایک جہت یا کسی فن کے لئے کرنا حقیقت کے خلاف ہے۔ بلکہ انسانی زندگی کا محور اور بنیادی مرکز ہے۔ اور ان تمام جہات کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔

قرآن کریم کے حوالہ سے اس کی یوں تعریف کی گئی ہے۔

"رعاية الحقوق العامة ما يستحقه من حقوق واستحقاقات والتوزيع العادل للثروات بين الناس والمساوات فى الفرص وتوفير الحاجات الرئيسة بشكل عادل واحترام حقوق الإنسان المعنوية والمادية(9)"

سوسائٹی اور افراد کے جملہ حقوق کا خیال رکھنا، اس کے ہر فرد کو اس کا ضروری حق فراہم کرنا، لوگوں کے کے مابین ثروات کی عادلانہ ومنصفانہ تقسیم پر بنیادی ضروریات کی انصاف کے ساتھ فراہمی اور انسان کے مادی اور معنوی حقوق کا احترام کرنا۔

عدل اجتماعی کا تصور:

اگر ہم نظام کائنات کی طرف نظر دوڑائیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کے ذرے ذرے میں ایک بے مثل اور لا جواب عدل اجتماعی قائم ہے۔ پورے نظام کائنات میں ہر سیارہ اور ستار ہ اپنے مدار میں حرکت کررہا ہے۔ ہر شے اپنے منہاج پر عمل پیرا ہے۔ جس کا حکم اس کے مالک او رخالق نے اسے دیا ہے۔ سب کے لئے ایک جیسا قانون، ایک پیمانہ اور ایک ڈگر ہے۔ سب ایک مستقر اور ٹھکانے کی طرف رواں دواں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ(10)

ترجمہ :سورج کے لیے یہ روا نہیں کہ وہ چاند کو پا لے اور نہ رات دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ ہر کوئی اپنے مدار میں تیر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عدل کی تکوینی صفت کا اظہار تمام کائنات میں ہے۔ نظام کائنات کی ترکیب ، اجزاء، حرکت وسکون سے عدل ظاہر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نظام کائنات کے اس وسیع وعریض سلسلے کو اپنی نشانی قرارد ی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ(11)

ترجمہ :ہم انہیں آفاق میں اپنی نشانی دکھائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے لیے حق واضح ہو جائے۔

تمام نظم کائنات میں خرابی ، خلل ، بدنظمی اور ٹکراؤ کا شائبہ تک نہیں ہے۔ اجرام فلکی کا ایک بھی نمائندہ بھی اس اصول قدرت سے منحرف نظر نہیں آتا۔

اگر کوئی سیارہ دوسرے سیارے کے محور میں دخل اندازی کرے گا تو کائنات کا نظام عدل درہم برہم ہوجائے گا۔یہ مربوط نظام جوایک طرف اجتماعی عدل کی عکاسی کر رہا ہے تو دوسری طرف توحید باری تعالیٰ کی شہادت دے رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ(12)

ترجمہ :اگر اس) کائنات (کے توالہ ہوتے تو ان میں بگاڑ پیدا ہو جاتا۔

یہی نظام عدل اللہ تعالیٰ کی ایک اور بڑی نشانی یعنی حضرت انسان کے اندر کارفرما ہے۔ ہر انسان کے اندر لا تعداد اوران گنت خلیوں(Cells) نیز جینز (Genes) اورنیوکلوٹائیڈز (Nucleotides) کے اندر ایک مربوط ومنظم نظام پایا جاتا ہے۔ ہر خوردبینی ذرہ بھی پاس والے ذرے سے متصادم نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ انسانوں سے مخاطب ہیں کہ وہ اپنے نفسوں میں غور و خوض کریں کہ اس میں بھی قدت کی بہت سی نشانیاں پنہاں ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَفِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ(13)

ترجمہ :اور تمہارے نفسوں میں بھی نشانی ہے کیا بھلا تم دیکھتے نہیں ہو۔

اگر اس جہان کا بغور مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں انتہائی خوبصورتی اور تناسب پایا جاتا ہے۔ مثلا نباتات میں درخت ہی کو دیکھ لیجیے کیسی جڑوں اور مضبوط تنے اور شاخوں کے درمیان کس قدر تناسب اور توازن پایا جاتا ہے۔ حیوانات میں سے شیر کی قوت اور طاقت کا جائزہ لیں تو معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے اس کی طاقت کے پیش نظردوسروں جانوروں کی گوشت اس کی غذا بنائی۔ جبکہ حشرات الارض کی ضعف وناتوانی کو مد نظر رکھتے ہوئے زمین کی مٹی اُس کی غذا قرارد ی گئی۔ دراصل کائنات اور اس میں بسنے والے تمام ذی ر وح کا نظام عدل وانصاف سے وابستہ ہے۔ نظام عالم کے لئے عدل سے بڑھ کر کوئی چیز ضروری نہیں۔

آفاق وانفس کے ہر ذرہ میں موجود توازن و اعتدال کتنی بڑی نشانی ہے۔ تمام مرئی (Visible)اور غیر مرئی(Unvisible) (ذرات(Atoms)ایک دوسرے کے ساتھ اجتماعی عمل اور امن و آتشی کا عملی مظاہرہ کر رہے ہیں۔

عدل اجتماعی کے اس تصور سے معلوم ہوا کہ اس کا دائرہ کار بہت وسیع ہے۔ جس طرح انسانی زندگی اپنی وسعت کے اعتبار سے کئی ایک پہلو رکھتی ہے۔ اسی طرح عدل بھی متنوع المظاہر ہے۔انفرادی ، اجتماعی ، قومی اور بین الاقوامی زندگی میں عدل کی مختلف تعبیرات ہیں۔

عدل کی اہمیت:

عدل و انصاف کے بارے میں اسلام کا نظریہ اس دین کے نظریہء حیات سے مشتق ہے اور اس کے کل کا ایک جزو ہے۔ جسے خالق کائنات نے حق ، میزان، صدق، عدل اور قسط سے تعبیر کیا ہے۔ قسط و عدل کو انبیاء کی بعثت کے لئے ایک اہم مقصد جانا گیا ہے۔

اسلام دین ہے عدل کا ، مساوات کا ، میانہ روی کا ،اور اعتدال کا ،افراط و تفریط میں درمیانی راہ کا حکم دیتا ہے۔ اگر اسلام دین فطرت ہے تو عدل اس کا اوڑھنا بچھونا ہے۔اسلام میں عدل و انصاف پر بہت زور دیا گیا ہے کیونکہ اگر عدل و انصاف نہ ہو سکے تو انسانی معاشرہ درہم برہم ہو جاتا ہے اور اس کا امن و سکون ختم ہو جاتا ہے اور امن و سکون کا ختم ہونا لازمی طور پر تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود کے لیے امن شرط اولین ہے اور امن کا حاصل ہونا انصاف کے بغیر ناممکن ہے۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے بندوں کو عدل و انصاف کی خاص طور پر اور بار بار تاکید کی ہے۔

عدل صرف نظام کائنات چلانے کے لئے ہی کافی نہیں بلکہ یہ تو انسان کی زندگی کے ہر شعبہ کا جزو لازم ہے۔اسلام نے عدل و انصاف کا ایک اعلی معیار قائم کیا ہے کہ اس میں شاہ و گدا ، امیر و غریب اور ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ اسلام کی نظر میں سب برابر ہیں۔ کسی کا بڑا ہونا یا اعلی خاندان سے تعلق رکھنا یا امیر ہونا انصاف و عدل کے نفاذ اور حدود سے دور نہیں ہو سکتا۔ کسی بھی ملک یا معاشرے سے عدل کو ختم کر دیا جائے تو اس کی بقاء خطرے میں پڑ جاتی ہے اور وہ معاشرہ اندرونی بدامنی اور انتشار کا شکار ہو کر رہ جاتا ہے۔

نظام عدل کے قیام کے لیے قرآن و سنت نے جو اصول، لوازمات اور لائحہ عمل بتایا ہے اسے بھی ہواختیار کیا جائے گا معاشرے میں عدل و انصاف کے قیام کے راستے کشادہ ہوجائیں گے اور جب اور جہاں کہیں بھی ان اصولوں سے انحراف کیا جائے گا متضاد نتائج سامنے آئیں گے۔

عدل ظلم کی ضد ہے۔ جس معاشرے میں عدل نہ ہوگا تو ظلم اس کی جگہ لے لے گا اور ظلم ہر معاشرے کے لئے تباہی کا باعث بنتا ہے۔ عدل کا تقاضا یہ ہے کہ حقوق و فرائض میں توازن پیدا کیا جائے۔

قوموں اور ملکوں کی تباہی وبربادی کے اسباب وعوامل کا جائزہ لیجئے تو دو بنیادی چیزیں سامنے آئیں گی

ا۔ قوم کا فسق وفجور ۲۔ اور حکمرانوں کا ظلم وعدوان

جب کوئی قوم خدا فراموشی کی روش اختیار کرتی ہے، الٰہی قوانین سے سرکشی کرتی ہے اور فسق ومعصیت کے نشہ میں بدمست ہوکر حلال وحرام اور جائز وناجائز کی حدود علانیہ توڑنے لگتی ہے تو ان پر جفا کیش اور جابر ظالم حاکم مسلط کردیئے جاتے ہیں، قرآن کریم میں کسی قوم کی تباہی وبربادی کے بارے میں ایک قانونِ عام بیان فرمایا ہے:

وَإِذَآ أَرَدْنَآ أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا۟ فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا ٱلْقَوْلُ فَدَمَّرْنَٰهَا تَدْمِيرًا(14)

ترجمہ:۔ اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو اس کے خوش عیش لوگوں کو حکم دیتے ہیں پھر جب وہ لوگ وہاں شرارت مچاتے ہیں، تب ان پر حجت تمام ہوجاتی ہے، پھر اس بستی کو تباہ اور غارت کرڈالتے ہیں۔

قوم کا فسق وفجور اور ملوک وسلاطین کا ظلم ہی سب سے پہلے اس عالم کی تباہی وبربادی کا ذریعہ بنتاہے، ظلم واستبداد کی چکی میں پہلے سرکش قوم پستی ہے، بالآخر یہی چکی ظالم وجابر کو بھی پیس ڈالتی ہے۔

عدل قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں

(الف) عدل قران کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں ایک نام عادل ہے۔حق تعالیٰ کی شان خود عادل ہے۔ اور اس کا نازل کر دہ قانون) شریعت محمدیہ (سراپا عدل ہے۔ اس لیے اس نے بے شمار آیات میں اپنے بندوں کو ہر قسم کے معاملات و احوال میں عدل کرنے کا حکم دیا ہے۔دوسروں کے حقوق کی رعائت کرنے اور دوسروں کے حقوق کو پامال نہ کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔اللہ تعالیٰ نے عدل و قسط کو انبیاء علیہ السلام کی منفعت کا اہم مقصد قرار دیا ہے۔ارشاد ہے۔

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ(15)

ترجمہ: ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں۔

ایک دوسری آیت میں آنحضرت ﷺ کو حکم دیا گیا ہے۔کہ آپ عدل کریں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہےقُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ(16)

قرابت کے سلسلہ میں بڑے سے بڑے انصاف پرور کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں اور وہ جانب داری کی خاطر عدل وا نصاف کا دامن چھوڑ دیتے ہیں مگرقرآن کریم نے اس نازک صورتحال میں جب عدل قائم کرنے کا حکم دیا ہے ارشاد ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۫ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ(17)

ترجمہ:اے لوگو جو ایمان لائے ہو، مضبوطی کے ساتھ انصاف پر قائم رہو اور اللہ کی خوشنودی کیلئے گواہی دو اگرچہ) یہ گواہی (تمہیں خود اپنے خلاف یا اپنے ماں باپ اور رشتے داروں کے خلاف بھی دینی پڑے۔ اگر) ان میں (کوئی مال دار یا مفلس ہے تو اللہ) تم سے (زیادہ ان کا خیر خواہ ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ) اپنی (خواہش نفس کی پیروی میں انصاف سے باز رہواسی طرح جب کسی سے بغض و عداوت ہو تو عدل و انصاف کے تقاضے عموماً بلائے طاق رکھ دیئے جاتے ہیں اور اپنے حریف کو نیچا دکھانے کے لئے انسان ہر جائز و ناجائز حربہ تلاش کرتا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ عدل کرنے کا حکم

دیتے ہیں۔ ارشاد فرمایا ہے۔وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕاِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى[18]

ترجمہ:اور کسی قوم کی دشمنی تم کو اس بات پر نہ ابھارے کہ تم اس کے ساتھ (انصاف نہ کرو۔نہیں، ہر حال میں انصاف کرو کہ شیوہ انصاف پرہیزگاری سے قریب تر ہے

قول، عہد و پیمان وغیرہ میں بھی عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ارشاد ہے۔ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى[19]

ترجمہ:اور جب کبھی بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ معاملہ قرابت داری ہی کا کیوں نہ ہو۔

غرضیکہ زندگی کے تمام معاملات حقوق، خرید و فروخت، ماپ و تول وغیرہ میں عدل اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص بیویوں کے مابین انصاف نہیں کر سکتا تو اس کی دوسری بیوی سے شادی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً[20] وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ[21]

ترجمہ:اور اے میری قوم) کے لوگو، (ناپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کو ان کی چیزوں میں گھاٹا نہ دیا کرو اور ملک میں فساد پھیلاتے نہ پھروقرآن عدل کا اس حد تک داعی ہے کہ کافر اور غیر مسلم کو بھی اپنے نظام عدل میں شامل کرتا ہے۔ ارشاد ہے۔

لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ[22]

ترجمہ: مسلمانو، (اللہ تمہیں) اس بات سے (نہیں روکتا کہ تم ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرو جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا اور اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

ان آیات بینات میں عدل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور عدل کے خلاف ایک ایک ریشہ کو جڑ سے نکال کر پھینک دیا گیا ہے۔ یہی وہ عدل اجتماعی ہے۔ جس کا قرآن مجید داعی ہے۔

(ب) عدل احادیث مبارکہ کی روشنی میں

حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں ان سات خوش قسمت اشخاص کا ذکر آیا ہے جو قیامت کے دن عرش الٰہی کے مسائل میں ہوں گے ان میں سر فہرست امام عادل کا نام آتا ہے۔[23]

ایک دوسری حدیث مبارکہ میں عدل کا بہت بڑا مقام و مرتبہ اور اجر بیان کیا گیا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا

ان المقسطین عند الله علی منابرہ من نور علی یمین الرحمٰن الذین یعدلون فی حکمہ و اھلھم وما ولوا[24]

بلا شبہ انصاف کرنے والے اللہ کے نزدیک رحمان یک دائیں جانب نورانی منبروں پر ہوں گے جو اپنے حکموں اور اپنے اہل خانہ اور اپنی رعایا کیساتھ عدل کرتے ہیں۔

ایک اور حدیث میں آنحضرت کا ارشاد ہے۔

اذا حکم الحاکم فاجتہد ثم اصاب فلہ اجران واذا حکم فاجتہد ثم اخطا فلہ اجر[25]

اگر حاکم کوئی فیصلہ کرنے کے لئے اجتہاد کرے اور اس کا اجتہاد درست ہو جائے اسے دوہرا اجر ملے گا اور اگر اجتہاد کرنے میں غلطی لگ جائے تو ایک اجر ثواب ملے گا۔

آنحضرت ﷺ نے امام عادل کا شمار اللہ کے محبوب بندوں میں سے کیا ہے اور قیامت کے روز عظیم اجر کا حقدار قرار دیا ہے۔آپ ﷺ کاارشاد ہے یہ عدل کی اہمیت کی واضح دلیل ہے۔

""ان احب الناس الی اللہ یوم القیامۃ وادناہم مجلسا امام عادل[26]""

روز قیامت مجھے سب سے محبوب اور میری مجلس سب سے زیادہ قریب عادل امام ہو گا۔

عدل کی اقسام

اسلام مذہب ہی اعتدال کا ہے اور یہ دنیا میں عدل و اعتدال کے قیام کا درس دیتا ہے۔انسانی زندگی کے تمام شعبے خواہ معاشرتی معاملہ ہویا معاشی ،عدالتی دائراہ کار ہو یا سیاسی فکر ، انفرادی معاملہ ہویا اجتماعی سب میں حقوق کی مناسب اور برابر تقسیم عدل کہلاتا ہے۔

معاشرتی زندگی میں عدل کی بہت سی اقسام ہیں لیکن عدل کی مندرجہ ذیل اقسام زیادہ اہم ہیں:۔

معاشی عدل

معاشی عدل سے مراد کہ معاشرے کے ہر فرد کو اپنی اہلیت کے مطابق جائز معاشی جدو جہد کا پورا پورا حق ہے۔ ہر فرد کو قومی وسائل سے اس کا حصہ ملنا چاہئے۔ اسلام نے کمزوروں اور غریبوں کو معاشی

تحفظ فراہم کرنے کی تاکید فرمائی اور ساتھ ہی اعتدال کا حکم بھی فرمایا گیا۔ اسلامی معاشیات کا بڑا سنہرا اصول ہے کہ ''ما عال من اقتصد[27]''اعتدال سے انسان تنگ دست نہیں ہوتا۔

معاشرتی عدل

اسلام معاشرے کے تمام افراد کو باعزت اور پر سکون زندگی گزارنے کا مکمل موقع فراہم کرتا ہے اور ہر فرد کو اس کا جائز مقام دیا ہے۔تجارت اور کاروباری لین دین میں اسلام عدل کا حکم دیتا ہے۔معاشرتی معاملات میں تجارت اور خرید و فروخت کو اہم مقام حاصل ہے۔ تجارت میں عدل جس شے سے برقرار رہ سکتا ہے وہ ہے پیمانہ ، وزن اور نرخ۔اگر ناپ تول میں کمی ، اشیاء میں ملاوٹ ،یا دھوکہ فریب دیا جائے تو اس طرح معاشرے میں نا انصافی و بددیانتی کی فضا جنم لیتی ہے۔جس سے پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔

باہمی تعلقات اور دیگر معاملات میں اگر عدل کو شامل حال رکھا جائے تو معاشرہ بے انصافی اور عدم توازن سے بچ جاتا ہے۔ اسلام معاشرتی عدل و انصاف کا درس دیتا ہے۔ معاشرتی امور میں سب سے زیادہ حق یتیموں اور مساکین کا ہے اللہ یتیموں کے بارے میں خصوصی عدل کا حکم دیتا ہے ارشاد ربانی ہے۔وَاَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلۡيَتٰمٰى بِالۡقِسۡطِ(28)

ترجمہ: اور یہ کہ تم یتیموں کے بارے میں عدل و انصاف کو ملحوظ رکھو۔

قانونی عدل

اسلام نے عدالت کے ہر شعبے اور پہلو میں عدل اختیار کرنے کا سختی سے حکم دیا ہے۔ عدالتی نظام میں قاضی کا عادل ہونا بہت ضروری ہے۔ عدالتیں کسی بھی ملک و قوم اور معاشرے میں اہم مقام رکھتی ہیں۔اور ان میں عدل و انصاف بہت ضروری ہے۔ قرآن مجید کسی بھی عدالت کی کارروائی سے قبل مقدمے کی نوعیت کو ضابطہء تحریر میں لانے کا حکم کرتا ہے۔وَلۡيَكۡتُبْ بَّيۡنَكُمۡ كَاتِبٌۢ بِالۡعَدۡلِ[29]

اور کاتب کو چاہئے کہ تمہارے درمیان عدل کے ساتھ لکھے۔

عدالتی نظام میں شہادت کو دستاویزات کے بعد سب سے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔لیکن شہادت دیتے وقت اکثر اوقات ذاتی مفادات ،خاندانی امور اور دنیاوی معاملات حائل ہوجاتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے اس بات پر زور دیا ہے کہ سچی گواہی دی جائے۔

سیاسی عدل

اسلامی ریاست میں چونکہ شخص گروہی خاندانی اور نسلی ریاست نہیں اور ہر مسلمان کو بحق نیابت الٰہی امور مملکت میں شرکت بورا حق ہے۔ قرآن حکیم نے اس اصول کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔ ارشادربانی ہے۔ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (30)

آپ ﷺ جو اسلامی ریاست کے پہلے سربراہ تھے ۔سیاسی عدل تقاضا یہ ہے کہ معاشرے کے صاحب الرائے اور فہم معاملہ افراد کو ملکی معاملات میں Srkt دینے کا پورا پورا حق دیا جائے۔

عائلی عدل

والدین، میاں بیوی اور اولادایک دوسرے کے باہمی حقوق عدل و انصاف سے اگر ادا کریں تو گھریلو زندگی خوشگوار بن جاتی ہے اولاد کے درمیان عدل و انصاف قائم رکھنا بھی ضروری ہے۔ ورنہ ان میں حسد و بغض کے جذبات پیدا ہو جائیں گے۔ لڑکوں کو لڑکیوں پر ترجیح نہ دی جائے اور ان کے حقوق میں کسی قسم کا امتیاز نہیں کرنا چاہئے اور ہر معاملہ میں ان سے یکساں سلوک روا رکھنا چاہیے کیونکہ تمام اولاد کو والدین کے ساتھ یکساں نسبت ہوتی ہے۔ اسی طرح خاوند کو چاہیے کہ وہ بیوی کے حقوق پورے کرے اور بیوی پر واجب ہے کہ وہ خاوند کے حقوق کی پاسداری کرے۔

عدل پیدا کرنے والے عوامل

عدل و انصاف قائم کرنے میں چند عوامل اور امور کار فرما ہوتے ہیں۔

۱۔ تقویٰ:اگر انسان کے دل میں تقویٰ اور خوف خدا ہے تو ہر طرح کے مشکل حالات میں بھی وہ عدل پر قائم رہتا ہے۔ تقویٰ ہی ایک انسان کو بے انصافی سے روکتی ہے۔عدل تقوی سے قریب تر ہے۔ تقویٰ اور عدل لازم و ملزوم ہیں۔ بلکہ ارشاد باری تعالی ہے۔ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى(31)

ترجمہ: عدل کرو یہ تقوی کے قریب تر ہے۔

۲۔ آخرت کی جوابدہی:

آخرت اور جواب دہی بھی عدل و انصاف کی ایک کڑی ہے۔ جب انسان کو یہ احساس ہو گا کہ مرنے کے بعد اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے کئے کا حساب دینا ہوگا تو یہ احساس ذمہ داری انسان کو ظلم سے روکے گا۔ انسان کاآخرت پر یقین جتنا زیادہ پختہ ہوگا اتنا ہی زیادہ وہ انصاف پسند ہوگا۔

عدل کی اجتماعی بنیادیں

اسلام نے سوسائٹی کے افراد کے مابین تعلقات استوار کرنے کے لئے بہت سارے قاعدے و کلیات اور بنیادیں فراہم کی ہیں۔ان قواعد اور بنیادوں میں سے اہم ترین بنیاد اور قاعدہ عدل اجتماعی ہے۔جو اپنے اندر بہت سے معانی ، مفاہیم اور عالی اقدار سمیٹے ہوئے ہیں۔ جن سے سوسائٹی سلامتی ، اخوت ومحبت اور خوشحالی سے متمتع ہوتی رہی ہے۔

اسلامی عدل اجتماعی کا خالق کائنات کی جانب سے نازل کردہ قوانین سے عبارت ہیں جو انسانوں کو دہرے اخلاقی معیار سے نجات دلاتے ہیں کیونکہ جس انسانی معاشرے میں دہرے اخلاقی معیار پائے جاتے ہوں وہ عدل اجتماعی سے محروم رہتا ہے۔

ذیل میں ہم عدل اجتماعی کی چند اہم بنیادیں کا ذکر کر رہے ہیں جن کی بنیادپر اسے استحکام حاصل ہوتا ہے

ا۔ توحید باری تعالیٰ:

عدل اجتماعی کے لئے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی واحدانیت کا اقرار کیا جائے توحید باری تعالیٰ کا اہم مطالبہ یہ ہے کہ خالق کائنات کے ساتھ کس کو شریک نہ کیا جائے۔ارشاد ربانی ہے۔وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ[32]

ترجمہ:اور تمہارے رب نے فیصلہ کیا ہے کہ اسی کی عبادت کی جائے۔

۲۔ حاکمیت الٰہی:

عدل اجتماعی کی دوسری اہم بنیاد حاکمیت الٰہی ہے۔ اس خطہ ارضی پر جہاں کہیں بھی انسان کا اختیار ہو وہ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کاقیام عمل میں لانے کی از حد کوشش کرے گا۔ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے تمام معاملات صرف اللہ تعالی کی ہدایت وفرمان کے تابع سر انجام دے۔ اس کا حکم کو ہر جگہ اور ہر موقع پر فوقیت دے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ[33]

۳۔ احترام حقوق انسان:

اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان کو تکریم و عزت بخشی ہے۔ ارشادربانی ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ[34]

ترجمہ: اور البتہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی

اس تکریم و توقیر کا تقاضا ہے کہ انسان کے مادی اور معنوی حقوق کی بجا آوری کی جائے۔ اور انہیں پامال نہ کیا جائے کیونکہ انسان کے حقوق کی حفاظت و صیانت کے بغیر عدل اجتماعی کا تصور شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا ہے۔انسان کے حقوق کا احترام اور اس پر ظلم و زیادتی کی حفاظت کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ عدل کے وسیع اور جامع مفہوم عدل اجتماعی ہے۔

اہم انسانی حقوق:

شریعت نے انسان کے نہ صرف بہت سے اہم حقوق کو مقرر کیا ہے بلکہ ان کی بجا آوری کرنے اور ان پر عمل کرنے کا جگہ جگہ حکم دیا ہے۔ ان حقوق میں سے حق حیاۃ، حق حریت ، حق ملکیت وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

۴۔ مساوات:

اسلامی عدل اجتماعی کی چوتھی اہم بنیاد تمام انسانوں کو بحیثیت انسان یکساں قرار دینا ہے کیونکہ تمام انسانوں کی اصل تخلیق ایک ہے سب کو اللہ نے پید اکیا ہے۔ ارشاد ہے:**وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ**(35)

ترجمہ: اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پید ا کیا ہے پھر اب تم انسان ہو) کہ روئے زمین پر (پھیلتے جا رہے ہو۔

اسلام نے نہ صرف مساوات کے حق کو تسلیم کیا ہے ، بلکہ اعلانیہ کہا ہے کہ تمام انسان برابر ہیں اگر کسی کو فضیلت ہے۔

اس سے واضح ہوا کہ قوموں کی تقسیم محض تعارف کے لئے ہے مختلف نسلیں ، رنگ ، زبان وغیرہ در حقیقت انسان کے لئے کو معقول وجہ تقسیم نہیں ہے۔

اسلام کا یہ اپنا تصور مساوات ہے مگر صد افسوس کہ جاہلیت جدیدہ کی بنیادی اقدار میں آزادی کے بعد مساوات کا نام لیاجاتا ہے۔ برابری اور تسویہ سننے کی حد تک ایک خوبصورت الفاظ ہیں لیکن اپنی اصلیت اور حقیقت میں اسلام کی بنیادی قدر عدل کی نفی ہے۔ اور فرق مراتب کی ضد ہے۔بعض مسلم مفکرین اور دانشور جو مغرب کی خوش چیں بن کر رہ گئے ہیں وہ اس مغربی قدر) یعنی مساوات (کو اسلامی قدر کے طور پر جانتے ہیں اور اسی حیثیت سے منوانا چاہتے ہیں۔ شرعی احکام کے بالمقابل مساوات کا لفظ بدل کر من پسند مقاصد پورے کئے جاتے ہیں اس لحاظ سے مساوات اسلام کی کوئی مستند تعبیر نہیں بلکہ

احکام شریعت ہی دائمی اور حقیقی برتری رکھتے ہیں جس کے لئے عدل کی اصطلاح مناسب اور شرعی ہے۔ ان کے ہاں مساوات انسانوں کو معاشی ، سماجی ، سیاسی ،مذہبی اور صنفی پر اعتبار سے برابری کا تصور پر مبنی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مساوات کا یہ تصور ایک ظلم ہے جسے آج کی جاہلیت مساوات کا نام دیتی ہے۔(36)

5- مال ودولت کی منصفانہ تقسیم اور مواقع

اسلام تمام انسانوں کو جدو جہد، اکتساب رزق اور کے مناسب مواقع کی فراہمی کو بھی معاشرے کو سونپتا ہے کہ سب کے لئے مواقع کی فراہمی کو یقینی بنائیں اسلام نے عدل اجتماعی پر فروغ کے لئے واضح اور دو ٹوک پالیسی واضع کی ہے۔ غریب ونادار ،مجبور اور مستحق افراد کے لئے ایسا سہارا قائم کیاہے کہ وہ عزت کے ساتھ زندگی گزار سکیں اس مقصد کے حصول اور دولت کی گردش کو برقرار رکھنے کے لئے اسلامی عدل اجتماعی زکوۃ ، انفاق ، صدقات اور کفارات کے نظام کومستحکم کرتا ہے۔

عدل اور اسوۂ رسولﷺخاتم النبی حضرت محمدﷺ کی شخصیت کو اللہ جل شانہ نے تمام دنیا کے کامل اور قابل اتباع نمونہ بنا کر مبعوث فرمایا اور ساتھ ہی آپ ﷺکو لوگوں کے ساتھ عدل کرنی کی تلقین فرمائی۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ خود اس بات پر شاہد ہیں کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺکو دنیا میں انصاف کا حکم دے کر بھیجا ہے۔ حضور ﷺکو یہود کے مقدمات میں انصاف کا حکم دے کر اس کی ترغیب اُمت کو دی ہے۔

آپ ﷺسے قبل دنیائے عرب جہالت و گمراہی کی اتھاہ گہرائیوں میں ڈبکیاں کھا رہی تھی۔ ہر طرف ظلم و ستم کا دور دورہ تھا۔ حقیقی انصاف نام کی چیز دنیا سے ناپید تھی ہر طرف عیاشی کا چرچا اور دھڑے بندی کا دور دورہ تھا، شراب، جوا، زنا اور جھوٹ جیسی برائیاں عام تھیں، اس دور میں بھی لوگ آپ کو' الصادق و الامین، کے نام سے پکارتے اور عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے جو آپ کے منصف ہونے کی روشن دلیل ہے۔ آپ ﷺنے اپنی پوری زندگی میں اس حکم الہی پر عمل کیا۔ امیر و غریب ، خادم و آقا،گورے کالے، عربی عجمی، اور شاہ گدا اور مسلم و کافر میں کسی قسم کا امتیاز نہیں کیا اور ہر شخص کو اس کا پورا پورا حق دلایا۔ دشمنوں کو بھی ہمیشہ آپ ﷺکے عدل پر مکمل اعتماد تھا۔چنانچہ

مشرکین مکہ اپنے گھمبیر جھگڑے آپ ﷺ کے پاس لایا کرتے تھے۔ کہ آپ ان کا فیصلہ عدل کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے فرمادیتے تھے۔

آپ ﷺ اس متاع بے بہا کو دنیا میں اس طرح متعارف کروایا کہ اسلام بہت جلد عام لوگوں کے دلوں میں گھر کر گیا۔ اور آپ ﷺ کے فیصلوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کئی لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثالی زندگی کے چند روشن واقعات حسبِ ذیل ہیں جو آپ کی شخصیت کے اس پہلو کو اجاگر کرنے میں معاون ثابت ہوں گے:

خانہ کعبہ کی تعمیر نو کا جھگڑا ایک تاریخی تنازعہ ہے۔ ممکن تھا کہ اہل مکہ اپنی تلواریں سونت کر ایک دوسرے کے خلاف کھڑے ہوجاتے۔آپ ﷺ نے عدل وانصاف سے اس کو حل فرما دیا۔اور مکہ کے ہر سردار کو اس حجر اسود کی تعمیر کا مبارک شرف ملا۔[37]

☆ قریش اور عرب کے سرداروں نے آپ ﷺ سے کہا :ہم تمہارے پاس کیسے آ کر بیٹھیں، تمہاری مجلس میں نچلے طبقے کے لوگ بیٹھے رہتے ہیں۔ مگر وہ نبی جو رنگ و نسل، خاک و خون کے بتوں کو توڑنے کے لئے آیا تھا، اُس نے ان سرداروں کی خاطر غریبوں کو دھتکارنے سے انکار کر دیا۔[38]

☆ دشمنوں کا اعتراف:نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کا اعتراف ادشمن بھی کرتے تھے۔ ربیع بن خثیم سے روایت ہے کہ بعثت سے پیشتر بھی لوگ اپنے مقدمات کو نبی ﷺ کے حضور میں فیصلہ کے لئے لایا کرتے تھے۔[39]

قیصر روم اور ابو سفیان جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے کے درمیان جو گفتگو ہوئی، اُس کا م کالمہ یہ تھا:

قیصر: تم نے اُسے محمد کو کبھی جھوٹ بولتے سنا ہے۔ابو سفیان :نہیں قیصر :کیا یہ نبی کبھی وعدہ کرکے پھر بھی گیا ہے؟ابو سفیان !اب تک تو ایسا نہیں ہوا۔ اب جو معاہدہ ہوا ہے، دیکھیں وہ اس کو پورا کرتا ہے یا نہیں؟[40]

☆ ہجرتِ مدینہ کے موقع پر:جب کافروں کے ظلم و ستم حد سے بڑھ گئے تو آپ اللہ کی اجازت سے مکہ کو خیرباد کہہ دیا، اس وقت بھی لوگوں کی امانتیں آپ کے پاس تھیں۔ مدینہ

چھوڑتے ہوئے حضرت علی کو حکم دیا کہ اگلے دن یہ امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا کر تم بھی مدینے چلے آنا۔[41]

☆ مسجد کی تعمیر: مسجدِ نبوی کی جگہ دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی، آپ ﷺ نے اُس وقت تک اس کی بنیاد نہ رکھی جب تک اُس کی قیمت ادا نہ کر دی۔ اگر آپ ﷺ چاہتے تو بلاقیمت و اجازت مسجد تعمیر کر سکتے تھے۔ لیکن یہ پیکر عدل وانصاف کی شان کے خلاف تھا۔[42]

☆ جنگ بدر کے قیدی حسن سلوک کے سلسلے میں سرکار دوعالم کی مساوات پسندی کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے اپنے اعزہ اقارب کو بھی عام قیدیوں کی طرح رکھا اور ان کے ساتھ کوئی امتیازی برتاؤ پسند نہ کیا[43] یہ واقعہ بھی آپ کی منصف مزاجی کا شاہکار ہے۔

☆ صلح حدیبیہ: ہجرت کے بعد یہود مدینہ نے میثاق مدینہ کی رو سے آپ ﷺ۔ کو اپنے اختلافی امور کا حکم تسلیم فرمایا اور آپ ﷺ کے عدل پر پورا پورا اعتماد ظاہر کیا۔ جبکہ اہل یہود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سخت ترین دشمن تھے مگر وہ بھی آپ ﷺ کے عدل و انصاف سے خوش تھے۔[44]

☆ فتح خیبر: فتح خیبر کے بعد وہاں کی زمین نصف پیداوار کی بناء پر یہودیوں کے حوالے کر دی گئی تھی اور عبداللہ بن رواحہ کو بٹائی کے لیے بھیجا جاتا تھا۔ وہ پیداوار کو دو حصوں میں تقسیم کر کے دو انبار لگوا دیتے اور یہودیوں سے کہتے کہ جو حصہ چاہو اٹھا لو، یہودی کہتے: زمین اور آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں۔[45]

☆ ایک مرتبہ ایک مسلمان اور یہودی کے مابین ایک مسئلے پر جھگڑا ہوگیا تو وہ دوڑ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے مسئلے کا کہا تو آپ ﷺ نے دونوں فریقین کے بیانات سماعت فرماکر جو فیصلہ صادر فرمایا وہ تھا تو مسلمان کے خلاف مگر انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتا تھا۔[46]

☆ فاطمہ بنتِ محمد ا بھی قانون سے مستثنیٰ نہ تھیں قبیلہ مخزوم کی ایک عورت چوری کے جرم میں پکڑی گئی، وہ ایک امیر گھرانے کی خاتون تھی۔ سردارانِ قریش نے حضرت اسامہؓ کو بارگاہِ رسالت میں سفارش کے لئے بھیجا جنہیں آپ بہت زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ آپ ﷺ

اس بات کو سن کر سخت برہم ہوئے آپ ﷺ کا چہرہ انور سرخ ہوگیا اور آپ ﷺ نے وقت فرمایا: ۔ اللہ جل شانہ کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔(47)

یہ ہے انصاف کا وہ عالی قدر نمونہ کہ اگر مجرم اپنی اولاد بھی ہو تو اسے معاف نہ کیا جائے! چنانچہ آپ ﷺ نے انصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اس فاطمہ جو آپ ﷺ کی پھوپھی زاد کی بیٹی تھی کا ہاتھ کاٹے کا حکم دے دیا۔

☆ جنگِ حنین کے قیدی:جنگ حنین میں بہت سارا مال و دولت کے علاوہ چھ ہزار قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے تھے "آپ ﷺ نے فرمایا :میں اپنے اور بنو عبدالمطلب کے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے رہا کرتا ہوں۔ انصار و مہاجرین نے کہا :ہم بھی اپنے اپنے قیدیوں کو بلا کسی معاوضہ کے آزاد کرتے ہیں۔ اب بنو سلیم و بنو فزارہ رہ گئے۔ نبی رحمت نے انہیں بلایا اور ہر ایک قیدی کی قیمت چھ اونٹ اپن طرف ادا کرکے انہیں رہائی دلا دی۔(48)

یہ واقعہ جہاں حضور ﷺ کی رحمدلی کی گواہی دیتا ہے، وہاں اس حقیقت کو بھی آشکار کرتا ہے کہ آپ ﷺ کی منصف پسند طبیعت کو یہ ہرگز گوارا نہ تھا کہ چند قیدی تو اپنے رشتہ داروں کی وجہ سے چھوٹ جائیں اور چند کو بدستور قیدی رکھا جائے۔

☆ مسلمان اور یہودی کا مقدمہ:ایک منافق جو بظاہر مسلمان تھا اور یہودی کے درمیان کوئی تنازعہ تھا، دونوں حصولِ انصاف کی خاطر حضور اکرم ﷺ کے پاس چلے گئے۔ حضور ﷺ نے دونوں کے دلائل سننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

☆ مالِ غنیمت کی تقسیم: مختلف جنگوں سے آپ کے پاس بے شمار مال و متاع آیا کرتا تھا لیکن آپ نے کبھی بھی یہ کوشش نہیں کی کہ میں مقرر شدہ حصہ سے زیادہ مال حاصل کر لوں۔ یہ بات بھی آپ کے انصاف کو اجاگر کرتی ہے۔(49)

☆ عقبہ بن عامر کے ہمراہ سفر:ایک مرتبہ آپ سفر میں تھے، حضرت عقبہ بن عامر آپ کے ہمراہ تھے لیکن اونٹ ایک ہی تھا۔کچھ دور چلنے کے بعد آپ نے عقبہ سے فرمایا" :اب تم بیٹھ جاو ﷺ میں پیدل چلوں گا، حضرت عقبہؓ ہچکچائے کہ نبی ﷺ تو پیدل چلیں اور وہ خود

اونٹ پر سوار ہوں۔ اس بات کو انہوں نے بے ادبی جانا، لیکن جب آپ نے اصرار فرمایا اور حکم دیا تو عقبہؓ نے حکم کی تعمیل کی۔(50)

یہ اس عدل وانصاف کی اعلیٰ مثال ہے جو آقا و غلام، ادنیٰ واعلیٰ کی تفریق کو ختم کر دیتا ہے۔

☆ صحابہؓ کے برابر کام کرنا: مسجدِ قبا کی تعمیر ہو یا خندق کی کھدائی، آپ نے دیگر صحابہ کرامؓ کے دوش بدوش اس میں حصہ لیا اور کسی بھی موقعہ پر دامن انصاف کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ ایک دفعہ حضورِ اکرم چند صحابہ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے، راستے میں کھانے پکانے کی ضرورت پڑی تو تمام صحابہؓ نے آپس میں کام بانٹ لیا۔ صحابہؓ نے کہا: آپ کے حصے کا کام بھی ہم کریں گے لیکن آپ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا۔(51)

☆ اولاد کے درمیان عدل'' :ایک دفعہ ایک صحابیؓ نے اپنے ایک بیٹے کو غلام ہبہ کیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر چاہا کہ اس معاملہ پر آپ کی گواہی بھی ہو جائے۔ آپ نے پوچھا: کیا دیگر بچوں کو بھی ایک ایک غلام دیا ہے؟ عرض کیا: نہیں تو فرمایا: میں تو ظلم کا شاہد نہ بنوں گا، اسے واپس کردو(52) ''

اس مکالمہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جو شخص وعدہ خلافی نہ کرے اور جھوٹ نہ بولے، وہ اپنے پرائے سے انصاف کرنے میں کیا کسر اٹھا رکھے گا۔

☆ حضور کا اپنے آپ کو بدلے کے پیش کرنا :ایک انصاری صحابی اُسید بن حضیرؓ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ ایک روز وہ لوگوں سے باتیں کر رہے تھے۔ ان کا آپس میں مزاح تھا۔ وہ اس وقت انہیں ہنسا رہے تھے کہ نبی کریم نے انہیں ایک چھڑی سے پیچھے ہٹایا۔ انہوں نے کہا: مجھے بدلہ دیجئے۔ آپ نے فرمایا: مجھ سے بدلہ لو۔ انہوں نے کہا: آپ کے بدن پر قمیص ہے اور مجھ پر قمیص نہ تھی تو نبی کریم انے اپنی قمیص کچھ اٹھائی۔ انہوں نے حضور کو سینے سے لگا لیا اور آپ کا پہلو چومنے لگا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں تو یہی چاہتا تھا۔(53)

آنحضرت ﷺ جنگ ِبدر کے لئے صف آرائی کر رہے تھے۔ حضرت سواد بن غزیہ انصاری صف سے آگے نکلے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک تیر کی لکڑی سے ان کے پیٹ کو ٹھوکا دیا اور

فرمایا۔اِستو یا سواد" اے سواد !برابر ہو جاؤ "اس پر سواد نے حضور سے قصاص طلب کیا۔ آپ نے فوراً اپنا شکم مبارک ننگا کر دیا اور فرمایا" قصاص لے لو[54] "

☆ فتح مکہ:جب مکہ فتح ہوا تو آپ کی راہ میں کانٹے بچھانے والے، آپ پر اوجھریاں ڈالنے والے ، آپ کے قتل کی سازشیں کرنے والے آپ کو تکلیفوں اور اذیتوں سے دو چار کرنے والے ہیں۔ سب سر جھکائے ہوئے کھڑے تھے ۔آپ نے فرمایا" :لاتثریب علیکم و انتم الطلقاء[55]"

ترجمہ : آج تم پر کوئی سرزنش نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو

☆ بیت اللہ کی چابیاں :فتح مکہ کے موقع پر آپؐ نے عثمان بن طلحہ سے چابی لی اور بیت اللہ کا دروازہ کھول کر بیت اللہ کو بتوں سے پاک کیا۔ حضرت عباس نے حضورِ ﷺ سے کہا کہ "یہ چابی بنو ہاشم کو دے دی جائے "لیکن حضور آپ ﷺ ونے چابی عثمان بن طلحہ کو لوٹا دی جو مدت سے بیت اللہ کا کلید بردار چلا آ رہا تھا۔[56]

☆ خطبہ حجۃ الوداع:۔ اس تاریخی و بے مثال خطبہ میں جہاں آپ ﷺ نے ذات پات، رنگ و نسل کے بتوں کو پاش پاش کیا، عورتوں اور غلاموں سے نیک سلوک کا حکم دیا۔ سود اور زمانہ جاہلیت کے تمام جھگڑوں کو ختم فرمایا اور جاہلیت کا غرور اور اَنساب کی بنا پر برتری کے دعوے کو باطل قرار دیا، وہاں آپ ﷺ نے تمام طبقوں کے ساتھ عدل وانصاف کرنے کا حکم دیا۔[57]

☆ بیویوں سے سلوک :آپ نے عدل و انصاف کے دامن کو اپنے خانگی معاملات میں بھی عدل قائم رکھا۔ آپ نے تقریباً ہر عمر کی عورتوں سے شادی کی اور اُن سے مساوی سلوک کرتے رہے اور اس طرزِ عمل کو آخری دم تک نبھاتے رہے۔ جب آخری وقت آپ حضرت عائشہ کے حجرہ میں تشریف لائے تو اس سے پیشتر آپ نے تمام اَزواج مطہرات سے اجازت حاصل کی تھی۔[58]

☆ وصال سے چند روز قبل:دنیا میں آج تک ایسا کوئی عادل نہیں گزرا جو یہ بات وثوق سے کہہ سکے کہ اس نے کبھی کسی سے ناانصافی نہیں کی اور اس پرؔ اپنے آپ کو محاسبہ کے لئے پیش کرتے ہوئے فرمایا۔" اگر کسی شخص کا حق مجھ پر ہو تو بتا دے[59] "

درج بالا واقعات جہاں آپ ﷺ کی منصف مزاجی و امانت داری کی عکاسی کرتے ہیں۔ وہاں اس بات کا زندہ و جاوید دلائل ہیں کہ آپ نے ہر حال میں طالبانِ عدل سے انصاف کیا۔

حرف آخر:

دنیا کی تاریخ بالعموم اور اسلامی تاریخ بالخصوص اس حقیقت پر شاہد ہے کہ مسلمان قوم کو من حیث القوم ناوہ نوش، فسق وفجور اور فحاشی وبدکاری کبھی راس نہیں آئی اور اس کا انجام ہمیشہ ہولناک ہوا، پاکستان کی پاک سرزمین جو حق تعالیٰ نے ہمیں عطا فرمائی، اس کا تقاضا یہ تھا کہ یہاں عدل وانصاف کا دور دورہ ہوتا، پاکیزہ معاشرہ وجود میں آتا، تقویٰ وطہارت کی فضا قائم ہوتی، راعی اور رعایا اسلام کا سچا نمونہ پیش کرتے اور یہ مملکتِ خداداد دورِ جدید میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی علمبردار ہوتی، لیکن آج نوجوان نسل کے قلوب و اذہان کی تباہی میں سب سے خطرناک کردار لادینی، گھریلو اور تعلیمی ماحول، والدین اور اساتذہ کی اخلاقی کجروی، ملکی سیاسی حالات، سیاستدان اور حکمرانوں کا کھلے عام بے حیائی اور فحاشی کے مراکز کی حوصلہ افزائی، ملکی اور غیر ملکی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا جو کردار ادا کر رہے، اس کی وجہ سے نوجوانان ملت کی کثیر تعداد انفرادی اور اجتماعی زندگی میں عریانی، فحاشی اور بے حیائی کے طوفان کی زد میں ہے۔ غیر ملکی حملوں نے ہمیں اپنے گھروندوں میں بھی محفوظ نہیں رہنے دیا۔انہوں نے بارہا ہمارے محبوب ﷺ کی ذات اقدس اور قرآن پر توہین آمیز حملے کئے ، ہماری حکومتوں کو پامال کیا ، ہماری بیٹیوں کو سرعام رسوا کیا۔ جب ہم اپنے ارد گرد نظر دوڑا کر دیکھتے ہیں تو انسانیت تڑپتی اور سسکتی ہوئی نظر آتی ہے۔ آج منصف کی آنکھوں میں زر و جواہر کی خاک ڈال کر اندھا کر دیا جاتا ہے۔ اس کے ضمیر و قلم کو سفارش و رشوت کی زنجیروں سے جکڑ دیا جاتا ہے تاکہ وہ صحیح فیصلہ کرنے سے قاصر رہے۔ حصولِ انصاف کا طریقہ بھی فرسودہ اور ناکارہ ہے۔ آج ہم ذلیل و خوار کیوں ہیں اس کا ایک ہی جواب ہے کہ ہم نے عدل و انصاف کو بلائے طاق رکھ دیا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ" :خود غلط بود آنچہ ماپنداشیتم"

عالم اسلام کو معاشی، معاشرتی ، معاشرتی،اخلاقی ، علمی،سیاسی اور عسکری لحاظ سے عدل اجتماعی کے فقدان کی وجہ سے ایک تباہی اور بربادی کا سامنا ہے۔اب بھی وقت ہے کہ انسان بحیثیت مجموعی انفرادی، اجتماعی، قومی اور بین الاقوامی سطح پر عدل بر اربند ہو رامن عالم کی خاطر ظلم و بربریت، سفاکیت، وحشت، دہشت گردی، فحاشی اور عریانی کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کرے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ عالم اسلام کے بے لوث اور مخلص،دانشور فضلا تعلیم یافتہ علماء ومشائخ اور ایک اہل اور دیانتدار آفاقی سوچ کی حامل قیادت متفق اور متحد ہو کر آگے بڑھ کر رائے عامہ کو متاثر کرنے والے افراد کو موثر انداز میں ابلاغ کر کے اہل عالم کوعدل اجتماعی سے روشناس کر وائیں اور عدل اجتماعی کا مضبوط و مربوط نظام دے کر امن سے رہنے کا بنیادی حق فراہم کریں۔

آج اگر ہم نے اپنا ماضی دوہرانا ہے تو یہ اسی صورت ممکن ہوگا جب ہم عدل وانصاف پر کاربند ہوجائیں گے، انفرادی طورپر ہماری یہ ڈیوٹی ہے کہ ہمیں جو منصب بھی دیا جائے ہم اس سے انصاف کریں۔وہ فیصلہ کریں جو ہمارے مفاد ات سے تو ٹکرائے مگر کتاب اللہ سے نہ ٹکرائے ...اسی میں ہماری بقا ہے۔

ملک عزیز پاکستان میں جاری دہشت گردی بہت بڑی حد عدل اجتماعی قائم کر کے ختم کیا جا سکتا ہے آج ہمارے معاشرے کو اس عدل و انصاف کی ضرورت ہے جس کی طرح نبیﷺ اور دیگر خلفائے راشدین و صحابہ کرام نے طرح ڈالی تھی !

اللہ تعالی سے دعا ہے ہمیں سیرت رسول ﷺ پر عمل کرنے ، اپنے معاشرے میں عدل وانصاف قائم کرنے ، اور عدل و انصاف کو خود پر لاگو کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حوالہ جات

1 لسان العرب، ابن منظور، ص11/430:، دار صادر

2 کلیات العلوم، ابو البقاء، فصل العین، ص466:، دار المعرفۃ بیروت

3 مفردات الفاظ القرآن، راغب الاصفہانی، ص552:، دار القلم دمشق

4 التعریفات، علی بن محمد الجرجانی، ص191:، دار الکتاب العربی، بیروت

5 اسم اللہ العدل ومغزاہ لدی الامام النورسی، علی محی الدین، ص4:، جامعہ قطر الدوحۃ1428ھ

6 تہذیب الاخلاق، جاحظ، ص28:، دار المعرفۃ ، بیروت ، الاخلاق والسیر، ابن حزم، ص81:، دار المعرفۃ ، بیروت، القاموس المحیط، فیروز آبادی، ص103:، دار المعرفۃ ، بیروت ، الصحاح فی اللغۃ، الجوہری، ص1760/5:، دار صادر ، بیروت

7 سورۃ الحدید25:

8 سورۃ النحل9:

9 العدالۃ الاجتماعیہ فی القرآن، الشیخ عبداللہ احمد الیوسف، ص2:، مجلہ البصائر

10 سورہ یٰسین40:

11 سورہ حم السجدہ53:

12 سورۃ الانبیاء22:

13 سورۃ الذاریات21:

14 سورۃ بنی اسرائیل16:

15 سورۃ الحدید25:

16 سورۃ الاعراف29:

17 سورۃ النساء135:

18 سورۃ المائدہ8:

19 سورۃ الانعام152:

20 سورۃ النساء3:

21 سورۃ ہود65:

22 سورۃ الممتحنۃ8:

24 صحیح بخاری، کتاب الجماعۃ والامامۃ، باب من جلس فی الحدیث، رقم629 ، دار السلام ریاض

24 صحیح مسلم ، کتاب الامارۃ، رقم الحدیث(1827) ، دار السلام ریاض

25 صحیح بخاری، کتاب القضاء، رقم الحدیث(2553)

26 جامع الترمذی، رقم الحدیث،(1329) ، دار السلام ریاض

27 شعب الایمان، البیہقی، رقم الحدیث(6069) ، مصطفیٰ البابی، الحلبی

28 سورۃ النساء127::

29 سورۃ البقرہ282:

30 سورۃ الشوریٰ38 :

31 سورۃ المائدہ8:
32 سورۃ الاسراء23:
33 سورۃ یوسف40:
34 سورۃ الاسراء70:
35 سورۃ الروم13:
36 اس پر مزید گفتگو کے لیے دیکھئے مساوات یا عدل) شرع (نقطہ نظر، محمد عمران صدیقی، محدث، ص9:
37 سورۃ المائدہ24:
38 السیرہ النبویۃ، ابن ہشام، ص1/192:، مصطفی البابی، الحلبی
39 تفسیر ابن کثیر، ص1/451:، بیروت لبنان
40 کتاب الشفاء، ص51:، دار الکتب علمیہ
41 صحیح بخاری، رقم الحدیث614
42 السیرہ النبویۃ، ابن ہشام، ص1/482:
43 زاد المعاد، ابن قیم، ص2/56:، المصریہ1347
44 خلاصۃ السیر، امام طبری، ص136:، دلی پرنٹنگ ، دہلی
45 الرحیق المختوم ، صفی الرحمن مبارکپوری، ص 465:، المکتبہ السلفیہ
46 رحمۃ للعالمین، منصور پوری، ص134:۰
47 صحیح بخاری، رقم الحدیث611:
48 الروض الانف، السہیلی، ص2/412:، الجمالیہ بالمصر
49 السیرہ الحلبیہ، ابن برہان الدین، الحسینیہ، المصر،ص56:
50 السیرہ النبویہ،1/411
51 ایضاً1/311
52 ایضاً1/356
53 الطبقات الکبریٰ، ابن سعد، ص2/44:
54 ایضاً2/56:
55 الروض الانف، السہیلی، ص2/42:، الجمالیہ بالمصر
56 ابن ہشام، ص2/27:
57 ایضاً2/41:
58 صحیح بخاری، رقم الحدیث،771
59 السیرۃ النبویہ،2/66

صوفی عبدالحمید سواتی کی شرح شمائل ترمذی (جلد اول) کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

☆ ڈاکٹر منیر احمد

☆☆ ڈاکٹر شبیر احمد جامعی

ABSTRACT

In the critical evaluation of Sharah Shumail Tarmazi vol. I. written by Sufi Abdul Hameed Swati, in the beginning I have described the brief introduction of the author. Then I presented the brief introduction of Sharah. After this there is written the characteristics of Sharah. For example, in the beginning of the book inserted the rules of the discussion, the vowel points are applied on Arabic context, wrote specific number of every chapter. Hadith (Saying) number, brief introduction of the narrators and described the summary of the chapter in the beginning of various chapters. In the book there are verses for the interest of the readers.

Commentator Swati, specially narrated verses of the Holy Quran the and Hadith in his Sharah. During Sharah also give much importance on the problems of the time(World). During mentioning the Fiqhi problems, Tried very hard to give much importance to Fiqah Hanfi. Rules of Hadith, grades of narrators conditions for the critics types of Hadith books, necessary terms, date of births, date of death, Four Imams and narrators are described which increased the value of the book.

تعارف مؤلف: احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت دین حق کی اشاعت میں سے ہے جس پر یقیناً اجر عظیم کی بشارت ہے۔ تاریخ اسلام میں محبان حدیث صلی اللہ علیہ وسلم کی کثیر تعداد نے اس خدمت کو حرز جان سمجھ کر اپنا اپنا حصہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ان نابغہ روزگار شخصیات میں سے ہر کسی نے اپنی سعی بسیط سے تدوین حدیث کا فریضہ انجام دیا،تو کسی نے تاریخ حدیث کا، جرح وتعدیل اور علم رواۃ پر ضخیم کتب تصنیف فرمائیں جو تاریخ اسلام کا عظیم سرمایہ ثابت ہوئیں۔کئی علماء حدیث نے شرح حدیث کی خدمت میں گراں قدر حصہ ڈالا اور بے شمار اساتذہ حدیث نے قرون اولیٰ سے آج تک تدریس حدیث کا عظیم فریضہ انجام دیا۔ان علماء نے اپنی اپنی بساط کے مطابق خدمت حدیث کو اوڑھنا بچھونا بنا کر طویل زندگیاں اس کار خیر میں صرف کردیں علماء کی اس جماعت میں سے صوفی عبدالحمید سواتی مرحوم بھی اس قافلہ حدیث سے تعلق

☆ اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور

☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر،شعبہ علوم اسلامیہ، اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور